© rasailojaraid.com

ویٹیکن: مغرب میں اسلام کا تصوّر۔ تیونس کے سفیر کا اظہارِ خیال

ہولی سی کے لیے تیونس کے نئے سفیر ہز ایکسیلینسی حامد العابد نے ۹ جنوری ۱۹۹۲ء کو پوپ کو اپنے کاغذات سفارت پیش کیے۔ اس موقع پر انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "تیونس ہمیشہ سے ایک روادار ملک رہا ہے اور اسلام کی پہچان عدم رواداری کے ساتھ نہیں ہونی چاہیے جس کا مظاہرہ بعض انتہا پسند گروپوں کی طرف سے ہوتا ہے۔"

انھوں نے کہا "تیونس ایک ایسا ملک ہے جہاں فراخ ذہنی اور رواداری جس طرح تاریخ، ادب اور فنون کا حصہ رہی ہے اسی طرح روزمرّہ کی زندگی کا جزولاینفک ہے۔" رواں صدی جُوں جُوں اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے، خوش قسمتی سے ہم دہریت کے کمزور ہونے اور آمرانہ نظاموں کی زوال پذیری کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ان نظاموں میں اتنی قوت نہیں کہ یہ جمہوریت اور قدرتی حقوق کی پیش رفت کے خلاف مزاحمت کر سکیں۔ تاہم مذہب کے حوالے سے عدمِ رواداری ابھی تک برقرار ہے۔ مثال کے طور پر اسلام کو مغرب میں اکثر ایسے لوگوں کے حوالے سے انتہا پسندی کے مترادف خیال کرلیا جاتا ہے جو اسے غلط طور پر ایسے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جن کا حقیقی مذہب کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ مذہب اسلام اُسی طرح اچھائی اور رواداری کی اقدار کا حامل ہے جیسے کیتھولک مذہب، اس لیے اسلام کا تقاضا ہے کہ کلّیت پسندوں کے غیر انسانی منصوبے کی مخالفت کی جائے جو تیونسی عوام کے دلوں میں اخوّت، محبت اور یک جہتی کے جذبات ختم کرکے انھیں اندھی نفرت سے بھر دینا چاہتے ہیں۔"

پوپ جان پال نے اس امید کا اظہار کیا کہ "کیتھولک مذہب کے پیروکار عرب دنیا میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعمیری مکالمے کی فضا میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں گے۔" کیتھولک چرچ "اخلاقیات اور روحانیت" کے موضوع پر مراکش میں منعقد ہونے والے بین المذاہبی کنونشن میں شرکت کر رہا ہے۔ (رپورٹ "انٹرنیشنل فائڈز سروس" اور "کیتھولک ہیرالڈ")

ریاست ہائے متحدہ امریکہ: کسی عیسائی کو خلیج کی جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہیے تھا۔

[جناب چارلس سکری وَن، میری لینڈ کے سلیگو سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ چرچ سے وابستہ پادری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ اُن کا ایک مضمون "کرسچنٹی ٹوڈے" [آج کی عیسائیت] میں شائع ہوا۔ ذیل میں اس کے ابتدائی آٹھ پیراگرافوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ مدیر]

"خلیج کی جنگ کو عام تائید حاصل تھی۔ لیکن [ڈیڑھ] سال قبل جب ۱۶ جنوری کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اُس کے اتحادیوں نے بمباری شروع کی، تو مجھے یقین تھا، اور اب میرا یقین پہلے سے زیادہ پختہ ہو گیا ہے، کہ اِس جنگ میں کسی عیسائی کو حصہ نہیں لینا چاہیے تھا چہ جائیکہ کوئی ایونجیکل عیسائی اِس میں شریک ہو۔"

"مختلف قوموں کے رہنما اپنے طرزِ زندگی کو غیر ملکیوں سے بچانے کے لیے جنگ و جدل کا سہارا لیتے رہے ہیں لیکن مسیح کے پیروکاروں سے لوگ مختلف قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود اب بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جنگ اور امن کے معاملات میں قیصر اور سینٹ اگسٹا ئن کی پیروی کرتے ہیں۔ سینٹ کے درجے پر فائز اس بشپ نے عہد نامہ جدید کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے کہا کہ اگر جنگ منصفانہ ہو تو عیسائی فوجی بن سکتے ہیں۔ اور ان دنوں جب کسی جنگ کو عوامی تائید حاصل ہو تو چرچ بہت آسانی سے فوجی بینڈ کی آواز پر متحرک ہو جاتے ہیں۔"

"تاہم منصفانہ جنگ کا نظریہ جِس سے خلیج کی جنگ جیسی صورتِ حال کی تائید ہوتی ہے، ایک دھوکے اور مغالطے سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس نظریے سے چرچ کو بے وقوف بناتے ہوئے ریاستی تشدد کے لیے معمول کی تصدیق حاصل کر لی جاتی ہے۔ اِس نظریے کے مطابق جنگ جب ہی درست ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو، منصفانہ مقصد اور نصب العین پیش نظر ہو، جائز حاکم کی رہنمائی میں جنگ لڑی جائے، جنگ میں شرکت نہ کرنے والی آبادی کو پورا پورا تحفظ حاصل ہو، اِس کی کامیابی کے امکانات روشن ہوں اور جنگی نقصانات حاصل شدہ فوائد کے مقابلے میں بہت کم ہوں۔"

"لوگ عموماً اپنے قومی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہیں اور ایسے عیسائیوں کے لیے جن کے نزدیک جنگ قابِل قبول ہو سکتی ہے، حُب الوطنی کے غلغلے سے متاثر نہ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔"

"میرے نقطہ نظر کو یقیناً تھوڑے لوگوں کی تائید حاصل ہے۔ ابھی خلیج کی جنگ کا آغاز نہیں ہوا تھا کہ سات ہزار افراد واشنگٹن کے نیشنل کتھیڈرل میں جنگ مخالف مذہبی اجتماع میں شریک ہوئے۔ جنگ شروع ہو جانے پر ذرائع ابلاغ سے تنقیدی پہلو غائب ہو گیا اور گمراہ کن خبریں دی جانے لگیں تو جنگ کے منصفانہ ہونے سے متعلق اہل ایمان کے زیادہ تر سوالات دب کر رہ گئے۔ جنگ کے بعد جشنِ فتح منانے کے لیے جب آٹھ لاکھ افراد واشنگٹن میں جمع ہوئے تو "واشنگٹن پوسٹ" کے مطابق احتجاج کرنے والوں کی تعداد محض دو سو تھی۔"

"اگرچہ یہ گمان درست نہیں کہ احتجاج کرنے والے سب ہی عیسائی تھے اور اگر یہ سارے عیسائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں تو بھی یہ معمولی مظاہرہ تھا۔ جنگ کے بعد صورتِ حال یہ ہے کہ صدام حسین اقتدار پر براجمان ہے اور کویت کے عوام بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ امریکہ کے ایک سو پچاس افراد کے مقابلے میں عراق کے ایک لاکھ فوجی ہلاک ہو گئے، بمباری سے عراق کی فوجی و صنعتی تنصیبات مکمل طور پر تباہ ہو گئی ہیں اور اِس تباہی کے نتیجے میں پینے کا پانی ناقابل استعمال ہو چکا ہے اور عام آدمی کی صحت خطرے میں ہے۔ ما بعد جنگ اثرات سے بڑی تعداد میں بچے مر رہے ہیں اور ہر روز مرنے والوں میں پانچ سو بچے بھی شامل ہوتے ہیں جن کی عمر پانچ سال یا اس سے کم ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال میں اگر آج کوئی احتجاجی مظاہرہ ہو تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں کتنے لوگ شریک ہوں گے۔"

"عیسائی ماہرین اخلاقیات ایلن گیسر اور باربرا گرین نے اپنی نئی کتاب Lines in the Sand (ریگستان میں لکیریں) میں منصفانہ جنگ کے نظریے کی "حدود" میں خلیجی جنگ کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ منصفانہ جنگ کے معیار کے تحت "اوپریشن ڈیزرٹ سٹورم" کے اخلاقی پہلو کے بارے میں شکوک کا اظہار کرتے ہیں۔ جب اُنہیں اپنے طے شدہ معیار کی محدودیت کا احساس ہوتا ہے تو وہ "جنگ اور امن کے لیے صحیح بنیادی اخلاقیت تلاش کرنے لگ جاتے ہیں۔"

لیکن اِس مقام پر دوسروں کی طرح ایلن گیسر اور باربرا گرین منصفانہ جنگ کے نظریے کے مغالطے میں پڑ جاتے ہیں کیوں کہ یہ نظریہ نہ صرف محدود بلکہ غلط ہے۔ بائبل کے ساتھ سچی مطابقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جنگ اور امن کی کسی بھی "اخلاقیات" کے لیے مسیح کی ذات کو بنیاد ہونا چاہیے اور ایسی اخلاقیات کو اُن سے منسوب عدمِ تشدد کی روایت پر پورا اترنا چاہیے۔"

© rasailojaraid.com